رسالہ

صدق وصفا

زیرِ اہتمام

بہار اسٹیٹ شیعہ کانفرنس (پٹنہ)

مؤلفہ

سید ناصر حسین زیدی

فخر الافاضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے بیالیسویں اجلاس، منعقدہ بمقام حیدرآباد دکن کی منظور کردہ تجویز نمبر ۶ کا صوبۂ بہار کی اسٹیٹ شیعہ کانفرنس نے بھی پرجوش خیر مقدم کیا اور "دینی تعلیمی ہفتہ" ۱۸ ذیحجہ ۱۳۷۷ھ سے ۲۴ ذیحجہ ۱۳۷۷ھ تک منانے کا فیصلہ کیا ہے۔

ہمارے محترم صدر، فخر ملت، رہنمائے قوم، عالیجناب سید شمس الحسن صاحب ایڈووکیٹ کی قومی اور مذہبی دلچسپیوں نے اتنے قلیل عرصہ میں قوم کو زندگی کی راہ پر لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ اور یہ انہیں کی بلیغ کوششوں کا نتیجہ ہے جو آج اس صوبہ میں اتنے زور و شور کے ساتھ "دینی تعلیمی ہفتہ" منایا جا رہا ہے۔ اور اس رسالہ کی تالیف کا سبب بھی موصوف ہی ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں تمام مسائل معتمد الملت والدین عالیجناب مولانا سید محمد عمید صاحب قبلہ مدظلہ العالی مادامت الایام واللیالی امام الجمعۃ والجماعۃ کی تصحیح و تصدیق کے بعد شائع ہو رہے ہیں۔ فقط

ناچیز:- مؤلف

حسب ذیل مقامات سے رسالۂ ہذا طلب کر سکتے ہیں

(۱) فخر ملت سید شمس الحسن صاحب ایڈووکیٹ
سلطان پیلس - پٹنہ

(۲) سید ناصر حسین زیدی
ایم اے اے اسکول ۔ پٹنہ ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم کی ضرورت

کسی قوم و ملک کا بہترین اخلاق و تمدن اور اعلیٰ تعلیم، اُس قوم کا بہترین سرمایہ ہے بلکہ عالمِ انسانیت کے واسطے بین الاقوامی سرمایہ بن سکتے ہیں۔ اگرچہ اور بھی دنیاوی سرمائے کثرت سے ہیں۔ لیکن اِس کو ثبات و بقائے دوام ہے۔ یہ علمی، حکمی، اخلاقی فیوض رہتی دنیا تک ہر نسل و قوم، ہر ملک، ہر زمانے کیلئے برابر ہیں۔ اِس سرمایہ کو خرچ کرنے میں کمی نہیں ہوتی بلکہ ترقی و زیادتی ہی ہوتی ہے۔ وہ لازوال دولت اور غیر فانی سرمایہ ہے۔ اسی کو امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے ؎

رَضِینَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِینَا　　لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُھَّالِ مَالٌ

(ترجمہ) ہم اپنے خدائے جبّار کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اُس نے ہمیں علم اور جاہلوں کو مال و دولت کا سرمایہ دیا۔

دوسری طرف رسالتمآبؐ کا ارشاد کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ یعنی ہر مسلمان مرد و عورت پر علم کا طلب کرنا واجب ہے اس قول کی وضاحت یوں ہوتی ہے کہ العلم علمان، علم الادیان و علم الابدان یعنی "علم کی دو قسمیں ہیں علم جسمانی اور علم روحانی"۔ اس سے ثابت ہوا کہ اِن دونوں کی اہمیت اور تمام علوم سے زیادہ اور افضل ہے۔

بہرحال یہ ایک عام حکم ہے کہ علم حاصل کرو۔ کسی کو اِس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔ موجودہ دور میں علوم دینیہ کو صرف ایک گروہ سے مختص کر دیا گیا ہے۔ اور وہ ہیں ہمارے علماء جن کے سر تمام شرعی فرائض ہوتے ہیں۔ پھر اُس کے بعد تمام قوم خود کو اس سے سبکدوش سمجھتی ہے۔ لیکن فریضۂ علم واجب کفائی نہیں ہے جو کسی خاندان یا محلہ پڑوس یا پوری قوم

میں سے کسی ایک فردِ واحد نے حاصل کر لیا تو بقیہ حضرات اُس سے بری الذمہ ہو گئے۔ یا کوئی ایسی حدیث بھی دیکھنے میں نہیں آئی ہے کہ ایک عالم کو شرعی مسائل کا جان لینا ساری قوم کے لئے کافی ہے۔ اب وہ جسے چاہے پروانۂ جنت دے یا جسے چاہے جہنم واصل کرے۔ بلکہ ہر صاحبِ اسلام وایمان پر بقدرِ واجب احکام شرعیہ کا علم رکھنا فریضہ ہے۔ اِس حکم سے کوئی بھی عاقل، بالغ اور صحیح الدماغ علحدہ نہیں ہو سکتا ہے۔

افرادِ قوم کو اِس امر کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ مسائل جنہیں وہ بالکل فراموش کر چکے ہیں۔ یا جنہیں غیر اہم سمجھکر بالائے طاق ڈال دیا ہے اُن کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائیں اور سمجھیں کہ کس قدر گم گشتۂ راہ ہو چکے ہیں۔ وہ دین جسے اُنہوں نے علمائے امت کے سر منڈھ کر خود کو نجات یافتہ، جنت کا حقدار تصور کر رکھا ہے یہ بہت بڑی بھول ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ علماء جو خود تو خود، اپنے ساتھ پوری قوم کو نجات دلواتے ہیں، تن تنہا درِ جنت پر کھڑے اپنی منحرف قوم کو دوزخ کی طرف جاتے ہوئے دیکھکر کفِ افسوس ملتے رہ جائیں۔

شریعت کے احکام کو جاننا اور اُن پر عمل کرنا کوئی دشوار امر نہیں ہے۔ لیکن جو غیر فطری طور طریقوں کے تربیت یافتہ حضرات ہیں بیشک اُنہیں شرعی مسائل یا کسی ایک اسلامی حکم کو بھی بجالانا تو درکنار سمجھنا ہی محال ہے۔ اعتراضات کے لئے زبان درازیاں آتی ہیں۔ لیکن مسئلہ فہمی کے کورے ہیں۔ خدا کے احکام اور رسول کی پیغام رسانی پر ابطال کیلئے سو طرح کی عقلی اور نقلی دلیلیں سُن لیجئے۔ لیکن جہاں فرائض عائد ہوئے وہاں کبھی نماز کو روزانہ کی ورزش قرار دی۔ کہیں روزہ کو فاقہ کشوں کا شیوہ بتلایا خمس کا نام سنتے ہی سانپ سونگھ گیا۔ ایسے لوگ مذہب کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔

اِس رسالہ میں نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ ہر عنوان پر تفصیلی معلومات کے لئے حسبِ ذیل کتب ورسائل کا مطالعہ ضروری ہے جو اردو زبان میں ہیں۔

(۱) شریعۃ الہدیٰ (۲) دینیات ہر سہ جلد (۳) مقبول پرائمر پانچوں جلدیں (۴) تحفۃ العوام (۵) سراج عفت (۶) الجمرۃ (۷) توشۂ آخرت (۸) مسائل شیعہ وغیرہ۔

تقلید

تقلید کی تعریف یہ ہے کہ دینی احکام میں کسی ایک خاص مجتہد کی رائے پر عمل کرنا۔

بغیر تقلید کوئی عمل صحیح نہیں ہے۔

تقلید کرنا ہر اُس شخص پر واجب ہے جو مجتہد نہ ہو۔ خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا جاہل مرد ہو یا عورت

تقلید کرنے والا "مقلد" اور جس کی تقلید کی جائے وہ "مجتہد" "مفتی" "مقلد" اور نائب امام ہوتا ہے۔

شریعت کے احکام کو امام زمانہ سے دریافت کرنا چاہیئے۔ لیکن اُن کی غیبت میں اُن کی نیابت ہمارے مجتہدین کرتے ہیں اور امام علیہ السلام کا فرمان ہم لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور امام کا حکم خدا کا حکم ہے۔ اسلئے ہر اعلم مجتہد کا حکم، خدا کا حکم ہوا۔ اُس کی خلاف ورزی خدا کی نافرمانی ہے۔ اور خدا کی نافرمانی کرنے والا کافر ہے۔

مسئلوں کے سیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا خود مجتہد سے پوچھے یا کسی عادل یا معتبر شخص (عالم دین) سے دریافت کرے۔ یا مجتہد کی کتاب میں پڑھے۔ اولاً اعلم کی تقلید واجب ہے۔ اگر مجبور ہو یعنی اُس تک نہ تو خود پہونچ سکے، نہ خط و کتابت کے ذریعہ سے دریافت فتاوی کر سکے، نہ اُس تک سفر ممکن ہو۔ غرضکہ مسائل کے دریافت کرنے کے تمام ذریعے اُس سے منقطع ہوں یہاں تک کہ اُس کا عملیہ رسالہ بھی اُس کے پاس نہیں ہو تو اختیار ہے کہ کسی بھی مجتہد جو غیر اعلم ہو اُس کی تقلید کرے۔

اعلم کی تعریف | اعلم اُس شخص کو کہتے ہیں جو شرعی دلیلوں کے سمجھنے اور حکم خدا کے پتہ چلالینے میں تمام عالموں سے زیادہ مہارت رکھتا ہو۔

لہذا جس شخص کی تقلید کرنا جائز ہے اُس میں چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱ بالغ ہو ۲ عاقل ہو۔ دیوانہ نہ ہو ۳ شیعہ اثنا عشری ہو ۴ عادل ہو یعنی گناہ کبیرہ اور خلاف مروت کام نہ کرتا ہو اور گناہ صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو ۵ ولد الزنا نہ ہو ۶ مجتہد ہو۔ یعنی احکام دین میں اجتہاد کرے ۷ زندہ ہو (پہلی مرتبہ مردہ مجتہد کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے) ۸ مرد ہو ۹ آزاد ہو ۱۰ اعلم ہو تو بہت بہتر ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا ہے "فقہا میں سے جو شخص اپنے نفس اور اپنے دین کو ناجائز سے بچائے اپنی ناجائز خواہشوں کی مخالفت کرے اور اپنے پروردگار کے حکم پر چلے پس عوام کو چاہیئے کہ اُس کی تقلید کریں" ۵۵۵

---

۵۵۵ نوٹ:- علوم دینیہ کا حاصل کرنا ہر مسلمان عورت اور مرد پر واجب ہے لیکن (بقیہ صفحہ ۱)

نماز

شریعتِ محمدیؐ کے احکام کی پانچ قسمیں ہیں۔ واجب۔ مستحب۔ مباح۔ مکروہ۔ اور حرام۔ ان میں واجب احکام کو نہ بجالانے والا اور حرام افعال پر عمل کرنے والا گناہ گار اور سزا کا مستحق ہے۔

نماز واجب ہے۔ عبادتوں میں نماز کا درجہ سب سے بلند ہے۔ نماز پنجگانہ یعنی روزانہ پانچ وقتوں کی نماز کسی حالت میں معاف نہیں ہو سکتی ہے عقل و ہوش کے ساتھ آخری سانس تک نماز کا ساتھ ہے۔ یہ دین کا ستون ہے۔ اگر نماز قبول ہوئی تو تمام اعمال کے قبول ہونے کی گنجایش ہے۔ نماز کو غیر اہم سمجھنے والا کافر ہے۔

امام علیہ السلام کی غیبت کے زمانہ میں واجب نمازیں سات ہیں۔

(۱) نماز پنجگانہ (۲) گہن اور زلزلہ وغیرہ (۳) طواف (۴) نماز جنازہ (۵) نذر، قسم، عہد یا مزدوری پر لینے کی وجہ سے جو نمازیں واجب ہوتی ہیں (۶) وہ واجب نمازیں جن کو ماں باپ کسی عذر یا بغیر کسی عذر کے ادا نہ کر سکے ہوں (۷) نماز جمعہ۔ لیکن اختیار ہے کہ نماز جمعہ پڑھیں یا نماز ظہر ادا کریں بہتر ہے کہ دونوں ادا کریں۔

قصر نماز قصر یہ ہے کہ سفر میں چار رکعتی پنجگانہ نمازوں میں سے آخری دونوں رکعتوں کو چھوڑ کر صرف پہلی دو رکعتوں پر نماز ختم کر دی جائے۔ اور یہ واجب ہے۔ مگر چند شرطوں کے پائے جانے پر۔

(۱) کم سے کم آٹھ فرسخ* کی مسافت طے کرنے کا قصد ہو۔ یا چار فرسخ مسلسل جا کر دس دن کے اندر ہی واپس آنے کا ارادہ ہو۔ بغیر ارادہ کے جتنی دور بھی نکل جائے نماز قصر نہیں ہوگی۔ البتہ واپسی میں اگر آٹھ فرسخ سے زائد مسافت ہے تو قصر کرے گا

(۲) مسافرت پیشہ یا کثیر السفر نہ ہو۔ مثلاً سواریوں کو چلانے والے یا ملاح وغیرہ۔

(۳) سفر حرام نہ ہو۔

(بقیہ صفحہ ۵ کا) درجۂ اجتہاد حاصل کرنا ہر شخص پر واجب نہیں ہے بلکہ ایسے بعض لوگوں پر واجب ہے جو حاصل کر سکتے ہیں۔

* آٹھ فرسخ = ۲۷ میل ۲ فرلانگ ۱۲۰ فٹ۔

یہ اُس وقت قصر کرے جب حدِ ترخص سے باہر ہو۔

حدِ ترخص :۔ یہ ہے کہ اپنی منزل اتنا دور ہو کہ وہاں کی دیواریں اور اذان کی آواز نہ سُنائی دے۔

وطن میں کسی حالت میں نماز قصر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ چار ایسے مقام ہیں جہاں حالتِ سفر میں چاہے پوری نماز پڑھیں یا قصر۔ ۱ مکہ معظمہ ۔۲ مدینہ منورہ ۔۳ مسجد کوفہ ۔۴ امام حسینؑ علیہ السلام کا حرم۔

جس سفر میں قصر کرنا واجب ہے اُس میں اگر جان بوجھ کر نماز پوری پڑھے تو نماز باطل ہے۔

نمازِ جماعت

نمازِ جماعت کی فضیلتوں کو آج ہم ایسا بھلا بیٹھے ہیں کہ دوسروں کو ہنسنے کا موقع مِل گیا۔ اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہوتی رہتی ہیں۔ حالانکہ باجماعت نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ اور جماعت ترک کرنے والے کی حدیث میں اس قدر مذمت ہے کہ جس کی وجہ سے اُس کے وجوب کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ نماز سے کسی حالت میں چھٹکارا نہیں ہے۔ لہذا ایسے لوگ جنہیں کسی وجہ سے کوئی سورہ یاد نہ ہو اور نماز کا وقت بھی تنگ ہو تو ایسی صورت میں لازم ہے کہ نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھے۔ اس قسم کے اور بہت سے نمازِ جماعت کے فائدے ہیں۔ جن کو پورا نہیں کرنے پر عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

مسجد کے ہمسایہ لوگ جو اذان سُنکر بھی نمازِ جماعت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ہیں اور جماعت پڑھنے کو سبک سمجھکر شریک نہیں ہوتے ہیں۔ عجب نہیں کہ وہ قابلِ مواخذہ ہوں۔

نمازِ جماعت میں امام اور ماموم دونوں کی نماز کی ہیئت اور کیفیت ایک ہو۔ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے۔ یعنی امام اگر نمازِ آیات پڑھ رہا ہے تو ماموم بھی سوائے نمازِ آیات کے کوئی دوسری نماز نہیں پڑھ سکتا ہے۔ یا پنجگانہ پڑھ رہا ہے تو ماموم بھی پنجگانہ ہی پڑھے گا۔

جماعت میں کم از کم دو آدمی یعنی ایک امام اور دوسرا ماموم ہونا چاہئے۔ البتہ جمعہ کی نماز کیلئے جماعت واجب ہے جس میں ایک امام کے علاوہ چار ماموم ہونا لازمی ہے۔ ورنہ نمازِ جمعہ

نہیں ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے سے فرادی کی نیت سے نماز پڑھ رہا ہو اور نماز کے درمیان ہی میں جماعت میں شامل ہونا چاہے تو نہیں ہو سکتا ہے۔

جماعت میں جس رکعت سے بھی چاہے شامل ہو سکتا ہے۔ البتہ نماز میں داخل ہونے اور رکعت پا لینے کی آخری حد یہ ہے کہ امام رکوع ہی میں ہو اگرچہ ذکر سے بھی فارغ ہو چکا ہو لیکن سر نہ اُٹھایا ہو تو رکعت مل جائے گی اور یہ اُس کی پہلی رکعت ہو گی۔

ماموم کو افعال نماز یعنی رکوع و سجود و قیام و قعود کسی میں امام سے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ واجب ہے کہ امام سے پیچھے یا کم از کم ساتھ رہے۔

تکبیرۃ الاحرام امام کے بعد ہی کہے۔ غلطی سے یا بھولے سے یا جان کر امام سے پہلے تکبیر الاحرام کہہ لے تو وہ جماعت میں نہیں ہے۔ اُس کی نماز فرادی ہو گی۔

جماعت کے لئے شرطیں (۱) امام اور ماموم کے درمیان اور یونہی ہر صف کے درمیان کوئی ایسی چیز حائل نہ ہو جس کی وجہ سے وہ اگلی صف یا امام کو دیکھ نہ سکے۔

(۲) ماموم اور امام کے درمیان ایک قدم سے زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ افضل یہ ہے کہ اگلی صف کے کھڑے ہونے اور پچھلی صف کے سجدہ کرنے کی جگہ میں کوئی فاصلہ ہی نہ ہو۔ اسی طرح جو لوگ جماعت میں ایک دوسرے کے پہلو میں کھڑے ہیں اُن میں بھی آپس میں ایک قدم سے زیادہ فاصلہ نہ ہو۔

(۳) امام کی جگہ ماموم کی جگہ سے ایک بالشت یا اس سے زائد بلند نہ ہو۔ البتہ ماموم کی جگہ امام سے بلند ہو سکتی ہے۔

(۴) ماموم امام سے پیچھے ہو۔

چند اہم ہدایات

(۱) غصبی زمین پر نماز جائز نہیں ہے۔

(۲) نماز کیلئے طہارت شرط ہے۔ کسی قسم کی بھی نجاست میں جو معفو نہیں ہے۔ نماز درست نہ ہو گی۔

(۳) نماز کا احترام ہر حال میں لازم ہے۔ کسی غیر اہم عذر کی بناء پر نماز کو توڑنا گناہ کا سبب ہے شک یا سہو کی وجہ سے نماز کو تمام کرنے کے بعد اُس کے اصول کے مطابق دوبارہ پڑھنا چاہئے۔

(۴) نماز کو با اصول طریقہ پر بجا لائیں ورنہ بیکار کی محنت ہو گی۔ مثلاً یہ عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ قیام کے بعد جو رکوع میں گئے تو ذکر رکوع قیام کے دوران سے ہی شروع ہو جاتا ہے یا رکوع

سے جو کھڑے ہوئے تو وہیں سے سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ یا سجدہ سے سر اٹھاتے ہی اللہ اکبر شروع کر دیا اور بیٹھنے تک ختم کر ڈالا۔ یہ سب چیزیں ساری محنت پر پانی پھیر دیتی ہیں۔ ان تمام مسائل کا جاننا ہر فرد پر واجب ہے۔ صرف عالمِ دین کے جان لینے سے آپ بری الذمہ نہیں ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ عالم کا فرض ہے کہ آپ کو بتلائے لیکن آپ کو بھی واجب ہے کہ آپ جاننے کی کوشش کریں۔ ورنہ قبر کی منزل سے تا دمِ آخرت جوابدہ ہونگے۔ کیونکہ جس طرح عالم پر مسائل کا بتلانا واجب اسی طرح آپ کو مسائل کا عالمِ دین سے دریافت کرنا واجب ہے۔ حشر میں جہاں مسجدیں فریاد کرینگی کہ نمازیوں نے مجھے آباد نہیں کیا۔ قرآن فریاد کرے گا کہ میری تلاوت نہ کی گئی۔ اسی طرح علماء فریاد کریں گے کہ میں اس شخص کے محلہ میں تھا لیکن یہ کبھی میری طرف ملتفت نہ ہوا۔

اِن کے علاوہ اور بھی جزئیات ہیں۔ تفصیل کے لئے بہت سی کتابیں ہیں۔ قوم اور قوم کے بچوں کو خدا توفیقِ خیر دے جو کبھی اپنی مذہبی کتابوں کا مطالعہ کر سکیں۔

روزہ

رمضان کے مہینہ کے روزے سے جو منکر ہے وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ اور روزہ اُس شخص پر واجب ہے جس میں حسبِ ذیل شرطیں پائی جائیں۔

(۱) بالغ ہو (۲) عاقل ہو (۳) بیہوش نہ ہو (۴) کوئی ایسا مرض نہ ہو جس میں روزہ رکھنا مضر ہو (۵) مسافر نہ ہو (۶) عورت حیض اور نفاس سے پاک ہو۔

اِن تمام شرائط کے پورا ہونے پر بھی اگر روزہ نہیں رکھا جائے تو گناہگار ہونے کے علاوہ اُس پر کفارہ بھی واجب ہے۔ ہاں اگر روزہ رکھنے سے کسی کی زندگی خطرے میں پڑ جائے یا نقصان دہ ثابت ہو تو اُس وقت روزہ نہ رکھے۔ بلکہ ہر ایک دن کے روزہ کے عوض کم از کم ایک مُد[1] غلہ صدقہ کرے۔

<u>وقت افطار:</u> سورج کے غروب ہونے پر پورب کی طرف آسمان پر سرخی رہتی ہے۔ یہی سرخی جب سر سے گذر کر پچھم کی طرف آجائے تو افطار کرنا چاہئے۔ لیکن مغرب کی نماز پڑھکر

---

[1] ایک مد = ڈھائی پاؤ۔ احتیاطاً زیادہ نکالنا چاہئے کیونکہ اس کی مقدار میں اختلاف ہے

انتظار ہو تو مستحب ہے۔

وقت سحر | سحر کھانے کی آخری حد صبح صادق کے نمودار ہونے کے قبل تک ہے۔ اُس کے ظاہر ہونے پر اگر کچھ کھایا پیا جا رہا ہے تو اُس دن کا روزہ نہیں ہوا۔

کفارہ | جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے روزہ نہیں رکھے یا رکھ کے توڑ ڈالے تو قضا کے علاوہ اُسے ہر روزے کے بدلے ساٹھ روزے رکھنا یا ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہو گا۔

کفارہ چار قسم کے روزوں میں واجب ہوتا ہے۔

۱۔ ماہ رمضان کا روزہ کہ اس میں غلام آزاد کرے۔ اگر ممکن نہ ہو تو دو مہینہ مسلسل روزہ رکھے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اور اگر کسی حرام چیز سے روزہ توڑا ہو تو تینوں کفاروں کو ایک ساتھ بجا لانا ہو گا۔

۲۔ ماہ رمضان کا قضا روزہ۔ جبکہ زوال کے بعد روزہ توڑے۔

۳۔ نذر معین۔ ۴۔ اعتکاف۔

قضا | کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صرف روزہ کی قضا واجب ہوتی ہے۔ کفارہ واجب نہیں ہوتا ہے۔

روزہ کی حد | صبح صادق کے طلوع سے روزہ کی ابتدا ہوتی ہے اور شام کو آفتاب کے غروب ہونے کے بعد جبکہ پورب کی سرخی زائل ہو جائے تو روزہ مکمل ہو جاتا ہے۔

رات میں روزہ درست نہیں ہے اور نہ رات دن دونوں ملا کر روزہ درست ہے ان کے علاوہ اور بہت سے مسائل جن کا جاننا واجب ہے اُنہیں دوسری کتابوں کو دیکھ کر حاصل کریں جن میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

حج

شیعوں میں حج کی اہمیت اُتنی ہی ہے جتنی نماز کی ہے۔ لیکن چند شرائط ہیں۔ اُن شرطوں کے پائے جانے پر اگر کسی شخص پر حج واجب ہو جائے اور وہ حج نہ کرے تو کافر ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "جس شخص پر حج واجب ہو گیا اور بغیر عذر اُس کو ترک کرے یا اتنی دیر کرے کہ مر جائے تو وہ یہودی یا نصرانی مرے گا۔ اور قیامت کے دن یہودی یا نصرانی ہی محشور ہو گا۔

تمام عمر میں حج ایک مرتبہ ہر مکلف پر واجب ہے مرد ہو یا عورت یا خنثیٰ۔ البتہ چار شرطیں

پایا جانا ضروری ہیں۔

(۱) بلوغ (۲) عقل (۳) آزادی (۴) شرعی مقدور۔ یعنی مالی صلاحیت اتنی ہو کر سفر خرچ اور کل ضروریاتِ سفر اپنی شان اور حال کے لائق آنے جانے کے لئے رکھتا ہو۔ حج سے لوٹنے کے بعد اُس کی زندگی بسر کرنے کو اُس کی ضروریاتِ زندگی باقی رہیں۔ اور حج کی واپسی تک اُس کے عیال اپنی حیثیت کے موافق بسر کر سکیں۔ حج کا راستہ محفوظ اور بے روک ٹوک ہو۔ تو وہ تندرست ہو۔ ورنہ اپنی تندرستی سے مایوس ہونے پر کسی کو نائب حج مقرر کرے گا۔

جب یہ تمام شرطیں پوری ہو جائیں تو پھر حج میں بالکل تاخیر نہ کرے اور اُسی سال حج کرے ورنہ گناہگار ہوگا۔

جب حج کے لئے جائیں تو اُس کے مسائل جو بہت ہی تفصیل سے ہیں پہلے اُنہیں معلوم کرلیں۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں۔ زکوٰۃ بدن اور زکوٰۃ مال۔

فطرہ: زکوٰۃ بدن ہی کو فطرہ کہتے ہیں جو عید کے دن نکالا جاتا ہے۔ فطرہ کے واجب ہونے کی پانچ شرطیں ہیں (۱) بالغ ہو (۲) عاقل ہو (۳) بے ہوش نہ ہو (۴) آزاد ہو (۵) غنی ہو یعنی وہ اپنا اور اپنے عیال کا سال بھر کا خرچ پورا کر سکے۔ خواہ اس کے پاس روپیہ جمع ہو یا آمدنی کا ذریعہ ہو یا نوکری یا مزدوری یا ہنر اور دستکاری وغیرہ سے حاصل کر لیتا ہو۔

ہر ایک شخص کی طرف سے ایک صاع یعنی اسّی روپے کے سیر سے سوا تین سیر جنس جو کھایا جاتا ہو نکالے۔

اس سے متعلق تمام مسائل پر ہر شیعہ عمل کرتا ہے۔ لہٰذا لکھنا ایک طول عمل ہے۔ صرف اتنا لکھنا کافی ہوگا کہ روزے کے قبول ہونے کے لئے فطرہ ضروری ہے۔

زکوٰۃ: زکوٰۃِ مال کو عرف عام میں صرف زکوٰۃ ہی کہتے ہیں۔ زکوٰۃ ایسے ہر شخص پر واجب ہے جو (۱) بالغ، (۲) عاقل، (۳) نصاب کا مالک اور (۴) اُس مال میں تصرف کر سکتا ہو۔

جب زکوٰۃ کا نصاب پورا ہو جائے اور اُس کے ادا کرنے کا وقت آجائے تو اُن چیزوں سے زکوٰۃ کا تعلق ہو جاتا ہے۔ اور نکالنا واجب ہو جاتا ہے۔

زکوٰۃ نو چیزوں میں واجب ہے۔

۱ سونا ۲ چاندی۔ اِن دونوں میں شرط یہ ہے کہ رائج الوقت سکہ ہو ۳ گوسفند اِس میں تبہ دنبی، بھیڑا، بھیڑی، بکرا، بکری سب داخل ہیں ۴ اونٹ، اونٹنی ۵ گائے، بیل، بھینسا، بھینس ۶ گیہوں ۷ جو ۸ مویز یعنی کشمش اور منقی ۹ خرما۔

سونے، چاندی کے لئے شرطیں | جبکہ سکہ رائج الوقت یعنی موجودہ حکومت کا سکہ ہو اور نصاب کے پورا ہونے کے بعد گیارہ مہینے تک وہ سکہ ایک حال پر باقی رہے۔ اُس میں کوئی اُلٹ پھیر نہ ہو۔ تو بارہویں مہینے کا چاند ہوتے ہی اُس میں زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے

گوسفند میں شرطیں | اس میں بھی سال کا پورا ہونا شرط ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ مالک کے ذمہ اُن کا کھلانا پلانا نہ ہو۔ بلکہ سال بھر باہر چر کر اپنا پیٹ بھریں۔ جو بچے پیدا ہوں گے اُن کا سال پیدائش کے دن سے شروع ہو گا۔

گائے وغیرہ کے شرائط | گوسفند میں جو شرائط ہیں وہی اونٹ گائے اور بھینس وغیرہ میں بھی ہیں۔ اُس کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ اُن سے کام نہ لیا جاتا ہو۔

غلوں کی شرطیں | وجوب کی شرط یہ ہے کہ نصاب کی مقدار پوری ہونے پر اُس کا مالک ہو۔ خواہ اُسی نے زراعت کی ہو یا کھیت کی جائداد کو خرید لیا ہو یا کسی نے اُس کو دیدیا ہو یا وراثت (ترکہ) کی وجہ سے اُس کا مالک ہوا ہو۔

نصاب

سونا | دو نصاب:۔ ۱ ۵ تولہ، ماشہ ۴ رتی ہے۔

۲ ایک تولہ ایک ماشہ ۴ رتی ہے۔

چاندی | دو نصاب ہیں:۔ ۱ ۳۹ تولہ ۴ ماشہ ۴ رتی۔

۲ ۷ تولہ ۱ ماشہ ۴ رتی۔

زکوٰۃ کی مقدار | :۔ سونا اور چاندی دونوں میں نصاب کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکالنا چاہیئے۔ جب پہلا نصاب اپنے شرائط سے مکمل ہو تو اُس میں زکوٰۃ نکالے۔ پھر ہر دوسرے نصاب کی زیادتی پر زکوٰۃ نکالے۔ درمیانی زیادتی پر نکالنا واجب نہیں ہے۔

گوسفند | پانچ نصاب ہیں:۔ ۱ چالیس گوسفند پر ایک گوسفند ۲ ایک سو اکیس پر دو گوسفند ۳ دو سو ایک پر تین گوسفند ۴ تین سو ایک پر چار گوسفند ۵ چار سو اور اس سے

زائد میں ہر سیکڑہ پر ایک گوسفند۔

(ہدایت) زکوٰۃ میں بکرا بکری دیں تو دو سال سے گذر کر تیسرے سال میں ہو۔ اور بھیڑا، بھیڑی، دنبہ، دنبی ایک سال سے کم نہ ہو۔

اونٹ بارہ نصاب ہیں:۔ نمبر ۱ پانچ اونٹ پر ایک گوسفند نمبر ۲ دس اونٹ پر دو گوسفند نمبر ۳ پندرہ اونٹ پر تین گوسفند نمبر ۴ بیس اونٹ پر چار گوسفند نمبر ۵ پچیس اونٹ پر پانچ گوسفند نمبر ۶ چھبیس ۲۶ سے پینتیس ۳۵ اونٹ میں زکوٰۃ ایک اونٹ ہے جو ایک سال کا پورا ہو کر دوسرے سال میں ہو۔ نمبر ۷ چھتیس ۳۶ سے پینتالیس ۴۵ تک ایک اونٹ جو تیسرے سال میں داخل ہوا ہو۔ نمبر ۸ چھیالیس ۴۶ سے ساٹھ ۶۰ تک ایک اونٹ جو چوتھے سال میں داخل ہوا ہو۔ نمبر ۹ اکسٹھ ۶۱ سے پچھتر ۷۵ تک ایک اونٹ جو پانچویں سال میں داخل ہوا ہو۔ نمبر ۱۰ چھہتر ۷۶ سے نوے ۹۰ تک دو اونٹ جو تیسرے سال میں داخل ہوئے ہوں نمبر ۱۱ اکانوے ۹۱ سے ایک سو بیس ۱۲۰ تک دو اونٹ جو چوتھے سال میں داخل ہوئے ہوں۔ نمبر ۱۲ ایک سو اکیس ۱۲۱ یا اُس سے زائد اس میں ہر پچاس ۵۰ اونٹ پر ایک اونٹ جو چوتھے سال میں داخل ہوا ہو۔ یا ہر چالیس ۴۰ اونٹ پر ایک اونٹ جو تیسرے سال میں داخل ہوا ہو۔

تنبیہ:۔ زکوٰۃ میں اونٹنی نکالنا چاہیئے۔

گائے وغیرہ دو نصاب ہیں:۔ نمبر ۱ تیس ۳۰ عدد پر ایک گائے جس کی عمر ایک سال سے کم نہ ہو۔ نر مادہ کی قید نہیں ہے۔

نمبر ۲ چالیس ۴۰ پر ایک مادہ گائے جس کی عمر دو سال سے زائد ہو۔

اِس سے زائد ہر تیس ۳۰ یا ہر چالیس ۴۰ پر اُسی حساب سے نکالے جو اوپر لکھا گیا ہے۔

چاروں غلے جَو۔ گیہوں۔ خرما۔ مویز (منقیٰ یا کشمش) میں صرف ایک نصاب تین سو صاع* (۲۲ من ۹ سیر ۳ چھٹانک ایک تولہ) ہے۔ اس میں دسواں حصہ (۱/۱۰) نکلے گا اگر آبپاشی میں اپنی محنت نہ صرف ہوئی ہو بلکہ خداداد پانی سے سیراب ہوا ہو۔

اور اگر صرف مالک کے خرچ اور محنت سے آبپاشی ہوئی ہو تو بیسواں حصہ (۱/۲۰) دیا جائیگا اور اگر دونوں سے برابر آبپاشی ہوئی ہو تو ۳/۴۰ حصہ* دیا جائیگا۔

---

* ۳/۴۰ حصہ سے مقصد یہ ہے کہ آدھے غلے میں دسواں حصہ اور آدھے میں بیسواں حصہ زکوٰۃ دیجائے۔ یا دوسری صورت یہ ہے کہ غلے کو چالیس حصوں میں بانٹ دیں۔ اُس میں سے تین حصے زکوٰۃ نکالیں۔

ہدایت :- امام علیہ السلام کی غیبت کے زمانہ میں زکوٰۃ کا مال مجتہد کو دینا چاہئے تاکہ جو اُس کے صحیح حقدار ہیں اُنہیں کو ملے۔

زکوٰۃ دینے کے وقت نیت ضروری ہے۔

خمس

خمس واجبات میں ایک اہم فریضہ ہے۔ یہ محمدؐ اور آل محمدؐ کا حق ہے۔ اگر کسی نے خمس کو جو اُس کے ذمہ ہے ادا نہیں کیا تو اُس نے محمدؐ و آل محمدؐ پر ظلم کیا اور حشر کے دن اُن کے حقوق کا غاصب کہلائے گا۔ اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو گیا کہ خمس اُس پر واجب ہوا ہے اور اُس کو جانتے ہوئے بھی ادا نہیں کرے بلکہ اُس کو کھا پی کر برابر کر دے تو وہ جہنمی ہے۔ جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ اور خمس نہیں دیا اور اُس سے اپنا کپڑا بنایا تو اُس کپڑے میں نماز باطل ہوگی۔

بہر حال خمس کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ شائد ہی کوئی ایسا بدنصیب ہوگا جو خمس سے بچ جائے ورنہ ایک شہنشاہ سے لیکر گدائے بے نوا تک اس فریضہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتا ہے۔

لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ کوئی تو سرے سے ہی خمس کے منکر ہیں۔ کوئی حکومتی ٹیکس قرار دیکر امام علیہ السلام کی غیبت کے زمانہ میں اِس کو اہمیت ہی نہیں دیتے ہیں۔ صاحبانِ حیثیت تو منہ چھپائے پھرتے ہیں۔ شائد حشر کے میدان میں بھی رسالتمآبؐ اور جناب سیدہ سے منہ چھپائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ پردہ جنت کے دروازہ پر بھی پڑا ہو کہ ناحرمانِ خمس اندر داخل نہیں ہو سکتے ہیں۔

جن چیزوں میں خمس واجب ہے | خمس سات چیزوں میں واجب ہے۔

(۱) کفار کا مال جو جنگ کر کے قبضہ میں آئے۔ کم ہو یا زیادہ۔ منقول ہو جیسے نقد، کپڑا، ہتھیار وغیرہ۔ یا غیر منقول جیسے زمین درخت وغیرہ۔ لیکن وہ جنگ امام علیہ السلام کے حکم سے کی گئی ہو۔

(۲) وہ چیزیں جو کان (MINE) سے نکالی جائیں۔ جیسے سونا، چاندی، رانگا، جستہ، سیسہ، لوہا، تانبا، پیتل، ابرک، پارہ، گندھک، تارکول (الکترا) ہڑتال، پتھر کوئلہ، پھٹکری، سرمہ، نمک، مٹی کا تیل، جواہرات وغیرہ۔

(۳) خزانہ جو ہاتھ لگ جائے۔ خواہ وہ خزانہ زمین میں رہا ہو یا دیوار میں یا مکان میں یا درخت کی جڑ کے نیچے سے نکلا ہو۔

(۴) وہ چیزیں جو دریا میں غوطہ لگانے سے باہر لائی جائیں۔ جیسے موتی، مونگا وغیرہ۔ اور جو

چیزیں پانی کے اوپر یا گھاٹ پر دریائی چیزیں ملجائیں تو اُن میں بھی خمس نکلے گا۔ ۱۲۔ وہ زمین جسکو کافر ذمی کسی مسلمان سے خریدے تو اُس کافر کو اُس میں سے خمس نکالنا واجب ہے۔ ۱۳۔ وہ حلال مال جسمیں حرام مال اس طرح مل گیا ہو کہ اُس کی پہچان نہیں ہو سکے نہ اُس کا مالک معلوم ہو اور نہ اُس کی مقدار معلوم ہو تو واجب ہے کہ خمس نکالے۔ اُس کے بعد اُس کو اپنی ضرورت میں استعمال کر سکتا ہے۔ ۱۴۔ ہر آمدنی جس کو حاصل کرے اُس میں خمس واجب ہے۔ مثلاً تجارت، زراعت، صنعت، حرفت، معلمی، شتکار مزدوری وغیرہ۔ یا بخشش، انعام، ہدیہ وغیرہ اور اس میں خمس نکالنے کی شرط یہ ہے کہ سال بھر اپنے اور اپنے عیال کے اخراجات کو پورا کرنے کے بعد جو بچ رہے اُس کا پانچواں حصہ نکالدینا واجب ہے۔

خمس کے حقدار خمس جتنا بھی نکلے اُس کو چھ حصوں میں بانٹ دینا چاہیئے۔ تین حصہ امام آخرالزماں کو دیں۔ آجکل غیبت کے زمانہ میں نائب امام کو دینا چاہیئے۔ باقی تین حصوں میں ایک حصہ محتاج یتیموں کا ہے۔ دوسرا حصہ مسکینوں کا ہے۔ اور تیسرا حصہ ایسے مسافروں کا جو سفر میں محتاج ہو جائیں۔ لیکن یہ سب سادات ہاشمی اور اثنا عشری ہوں۔ کھلم کھلا فاسق اور بدکار نہ ہوں۔ اگر غیر مستحق کو خمس دیگا تو وہ جائز نہیں ہے بلکہ وہ دوبارہ اُس پر واجب الادا رہے۔ یعنی پھر دوبارہ اُتنی ہی مقدار خمس کی اُسے نکالنی ہوگی۔

خمس جس مستحق کو بھی دیا جائے اُس کو یہ کہنا ضروری نہیں ہے کہ یہ خمس کی رقم دے رہا ہوں۔ کیونکہ یہ اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ بلکہ اُس کا اظہار کسی صورت سے بھی درست نہیں ہے۔ خمس جب آپ نے نکالدیا تو وہ اب آپ کا مال نہیں ہے جو مستحق کو دیتے وقت اپنا احسان جتائیں۔ بلکہ شکر خدا کیجیے کہ حقدار کو اُس کا حق پہنچا کر آپ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوئے۔

جہاد

جہاد ہر مسلم مرد بالغ عاقل آزاد پر جو بوڑھا بیمار زمین گیر نہ ہو واجب ہے۔ بشرطیکہ امام معصوم واجب الاطاعت یا نائب خاص امام علیہ السلام کے حکم سے ہو۔ لیکن اس زمانہ میں جب امام علیہ السلام غائب ہیں یہ شرط مفقود ہے۔ البتہ اگر کافروں سے جنگ چھڑ جائے اور اسلام خطرے میں ہو اور شیعوں سے بھی مدد طلب کی جائے تو اُس وقت شیعوں پر یہ واجب ہے کہ مجتہد اعلم جامع الشرائط شیعہ جو نائب عام امام زماں علیہ السلام کا ہو اُس کی طرف رجوع کریں۔ اُس وقت نائب امام مصالح کے پیش نظر جہادِ دفاعی کے وجوب اور اُس دفاع میں شیعوں کی شرکت

کے لازم ہونے کا حکم دے سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں عوام شیعہ پر واجب ہے کہ مجتہدِ اعلم کی اطاعت کریں۔

لیکن اسلام کی اخلاقی تعلیم کے رو سے جہاد میں کفار کے لئے پانی یا ہوا کو زہریلا کر دینا یا مار ڈالنے والی گیسوں سے اُن کو مار ڈالنا یا اُن کے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

آخری باتیں

فروعِ دین کا مختصر خاکہ اِس رسالہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اتنا اختصار صرف اس بناء پر ہے کہ نفسِ مسائل سے عوام کو آگاہی ہو جائے تاکہ علماءِ شیعہ اپنی ذمہ داری سے بری ہو جائیں۔ اِس کے بعد اب آپ کا فرض ہے کہ جن مسئلوں میں آپ کو شک، یا کچھ پوچھنا ہو اُسے کتابوں میں دیکھئے، سمجھ میں نہ آئے تو اُن علماء کی طرف توجہ کیجئے جن کے متعلق خدا نے قرآن میں فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون کہا ہے اور رسالتمآب نے علماء امتی کانبیاءِ بنی اسرائیل فرمایا ہے۔

خمس کے مسائل سے حضراتِ شیعہ کی اکثریت اتنا نابلد ہے جیسے یہ فریضہ اُن پر عائد ہی نہیں ہوتا ہے۔ یہ یاد رہے کہ باغِ فدک کی حقیقت کے لئے جہاں جناب سیدہ حشر میں فریاد کریں گی وہاں خمس کا وہ حصہ جو امام کا حق ہے اُس کے لئے بھی حشر کا میدان وسیع ہے۔

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن   مصلحت بین و کار آسان کن

سید ناصر حسین زیدی
اسسٹنٹ سکریٹری۔ کانفرنس ہذا

یکم ذیحجہ ۱۳۷۷ھ